© rasailojaraid.com

مولانا عزیز زبیدی ۔ وار برٹن (شیخوپورہ)

الکتاب والحکمۃ

آپ اپنی ڈیوٹی دیں، انجام خدا کے حوالے!

اصلی کمی

دنیا میں کمی مخلص کارکنوں اور اچھی تحریکوں کی نہیں ہے، چپہ چپہ پر آپ کو ملیں گی، اور ہر سُر اس کا سودائی نظر آئے گا۔ ہاں کمی اگر ہے تو "کارِ خیر" شروع کر کے اس کو نباہ دینے کی ہے۔ لوگ عموماً بڑی گرمجوشی، ولولہ آتشیں اور بے قابو جذبۂ نیک کے ساتھ طوفان بن کر ابھرتے ہیں مگر ہمارے دیکھتے دیکھتے، وہ ابھر کر جھاگ کی طرح بیٹھ بھی جاتے ہیں ـــــ

ذرا سوچیئے!

سوچنا یہ ہے کہ جب جذبہ نیک ہوتا ہے تو پھر الٹی زقند لگانے اور رجعت قہقری اختیار کرنے کے کیا معنی؟ اور آخر ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کہ یہ راہی نہ صرف اپنا سفر روک لیتا ہے، بلکہ بسا اوقات اپنی سمت بھی بدل لیتا ہے؟ آپ نے بارہا دیکھا ہوگا کہ بہت سے افراد جو کبھی کارِ خیر میں پیش پیش تھے، اب اسی کی راہ میں روڑا بھی بن رہے ہیں۔

کالی بھیڑیں

اصل بات یہ ہے کہ، یہاں پر ان کالی بھیڑوں کا تو ذکر ہی فضول ہے، جو سوء اتفاق سے ان اچھی تحریکوں میں آ گھسے تھے، نیکی و بدی کا خاص تصور تو لے کر نہیں آئے تھے، ہاں جذبۂ نیک کے "واہمہ" میں ضرور مبتلا تھے، یا بقول حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فطرتاً چور تھے، پاسبان کے بھیس میں آ گئے تھے:

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ، کسی نے حضرت مرشد تھانوی سے پوچھا کہ "جناب! بعض عالم اور طالب علم ہو کر چوری کرتے ہیں، ایسا کیوں ہوتا ہے، جبکہ وہ نیک اور عالم سمجھے جاتے ہیں"؟ انہوں نے اس کا جواب دیا کہ یوں نہ کہو کہ عالم چور ہو گیا ہے بلکہ یوں کہو کہ، چور تھا، عالم بن کر آیا ہے۔" (او کما قال)

قابلِ رحم

یہاں پر رونا ان بدنصیب لوگوں کا ہے، جو واقعۃً نیک تھے، اور اسی پاک جذبہ کے ساتھ داخل ہوئے تھے اگر یہ راہی تھوڑی سی مسافت طے کرنے کے بعد، مایوسی کی نذر ہو گئے۔ یا تھک پاؤں توڑ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گوشۂ تنہائی میں جاکر روپوش ہوگئے یا ردِ عمل کے طور پر اِدھر اُدھر کی تحریکوں میں جاکر اپنے آپ کو بہلاتے رہے ۔۔۔ تمام محاسن اور خوبیوں کے باوجود آخر یہ لوگ ان حادثوں کا شکار کیوں ہوجاتے ہیں؟ اصل میں اس کے متعدد اسباب ہیں، کچھ یہ ہیں:

احساسِ ناکامی

اس ٹیم کو سب سے پہلا اور مایوسی کا جو جھٹکا لگتا ہے وہ ناکامی کے احساس کا ہے مدتوں کی محنت کے بعد جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ جہاں سے چلے تھے، برسوں کے بعد بھی ابھی وہاں کھڑے ہیں، تو ان کے اوسان خطا ہوجاتے ہیں اور بدحواس ہو کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

آپ کا کام ڈیوٹی ہے، اس کے نتائج نہیں

کارِ خیر میں حصہ لینے والے عموماً اس خوش فہمی میں پڑ جاتے ہیں کہ، جب ہم کام شروع کریں گے تو ضرور ہی میدان مار لیں گے، لیکن جب وہ اس میں ناکام رہتے ہیں تو حوصلہ ہار جاتے ہیں، بلکہ اگر سوچ کا یہ انداز بدل جائے تو وہ ہزار ناکامیوں کے باوجود بھی ہمیشہ تازہ دم دکھائی دیں۔

بندۂ مومن کے ذمہ صرف ڈیوٹی ہے، اس کے نتائج نہیں یعنی اسے تو بس کام کرنا ہے، پوری نیک نیتی اور پورے حزم و احتیاط کے ساتھ کرنا ہے، اس کے بعد اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ اس کی باز پرس آپ سے نہیں ہوگی، کیونکہ نتائج کا ظہور، اُس کے بس میں ہے آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔

قرآن کریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا ہے:

"فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ" (پ۵ النساء ع۱۱)

"آپ راہِ خدا میں جہاد جاری رکھیں، آپ صرف اپنی جان کے ذمہ دار ہیں، (ہاں) مسلمانوں کو گرمائے رکھیں"

باقی رہے نتائج؟ سو فرمایا:

"اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ" (پ۲۰ القصص ع۶)

"آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، ہاں اللہ جسے چاہے ہدایت دیتا ہے (کیونکہ) وہی بہتر جانتا ہے کہ کون راہ پر آنے والا ہے۔"

دراصل نتائج، استحقاق کا حاصل ہیں، اور یہ پیمانہ اس کے ہاتھ میں ہے کہ، کون کس شے کے قابل ہے اور کس کی محنت کس ثمرہ کے لائق ہے ۔۔۔ کیونکہ یہ دار العمل ہے، اعمال کا بدلہ اگر صرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

داد و دہش اور فضل و کرم پہ ہو تو وہ بات اور ہے، اگر ٹھیک ٹھیک بدلہ کی بات ہے تو یہ ہم نہیں جانتے کہ ہم نے جتنی اور جیسی کچھ محنت کی ہے اس میں اپنے نتائج پر کمندیں ڈالنے کی کتنی صلاحیت ہے۔!

ہر حال ہم نے ایسا صالح عنصر بکثیر دیکھا ہے جو اس حقیقت کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے اچھے پروگراموں سے الگ ہو کر ہمیشہ کے لیے ضائع ہو گیا۔

طریق کار کا اختلاف

"کارِ خیر" میں شریک ان افراد اور گروپ کے لیے یہ مرحلہ بھی سخت ابتلاء کا مرحلہ ہوتا ہے جو طریق کار میں اختلاف کی بنا پر اختلافی نوٹ کے اظہار پر اکتفا کرنے کے بجائے پوری تخریبی مساعی کے ساتھ دوسرے ابنائے سفر اور رفقائے قافلہ سے علیحدگی کو "دینی جہاد" تصور کر لیتا ہے ۔۔ حالانکہ جماعتی اور ملی وحدت" کی آبرو اور مستقبل کا احساس سب سے اہم دینی فریضہ ہے۔ اس لیے اسلام میں محض چند اختلافی عوامل کی بنا پر پوری جماعتی اور ملی تنظیم کے بخیے ادھیڑ کر ملتِ اسلامیہ کی وحدت کو نقصان پہنچانا سب سے بڑی کافری تصور کیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

قرآن کریم میں حکم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہر حال باخدا لوگوں کے ساتھ رہیں، چنانچہ فرمایا: وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ الآیۃ۔

"یعنی اے پیغمبر! جو لوگ صبح و شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی رضامندی چاہتے ہیں، ان کے ساتھ رہنے پر اپنے آپ کو مجبور کرو!"

مقصد یہ ہے کہ: باخدا لوگ جو بہر حال اقامتِ دین کے لیے اٹھے ہیں، ان سے الگ ہو کر اقامتِ دین کے مستقبل کو نقصان نہ پہنچایا جائے، فروگذاشتیں سب سے ممکن ہیں لیکن جماعتی شیرازہ بندی میں رخنہ سب سے بڑی فروگذاشت ہے۔ گھر میں بھی آخر اختلافات ہو جاتے ہیں لیکن گھر کو کوئی چھوڑتا نہیں ہے بہر حال یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اقامتِ دین کی ان داعی جماعتوں کے زوال کا باعث یہی بر خود غلط "جذبۂ نیک" رہا ہے، یعنی کارِ خیر کا شکار جذبۂ خیر کی چھری سے ہوتا آ رہا ہے۔ ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ رہبرسل اور نیکیوں کی یہ بھول بھلیاں کب تک جاری رہے گی؟

راہِ حق کے مصائب

راہِ حق میں جو مصائب پیش آتے ہیں وہ حد درجہ حوصلہ شکن اور صبر آزما ہوتے ہیں، اس لیے یہ منزل جب آتی ہے تو عموماً دنیا حق کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے، حالانکہ اگر وہ ثابت قدم رہتے تو دنیا بالآخر ان کے قدم چومتی، قرآن کریم کا ارشاد ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ" (پ ۱۲ هود ع ۴)

"صبر سے کام لیجیے! بالآخر پرہیزگاروں کا انجام بھلا ہوتا ہے"۔ صبر کے معنے ہیں، "ہمت نہ ہاریں"، حالات اور وقت کے مناسب جو ہو، وہ تدابیر اختیار کریں، اور اپنا سفر جاری رکھیں، شرط یہ ہے کہ یہ سفر، سفر الی اللہ ہو:

"فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ"۔ (پ ۱۶ مریم، ع ۴)

"اسی کا غلام ہو کر رہ اور اس کی بندگی پر ثابت قدم رہ"۔

رہی یہ فکر کہیں مصائب کے ان چکروں میں وہ فنا نہ ہو جائے، تو فرمایا:

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (پ ۲۷۔ طور ع ۲)

"آپ اپنے رب کے حکم کے لیے چشم براہ رہیں، آپ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں"۔ یعنی آپ کو ضائع نہیں ہونے دیا جائے گا۔ آپ پورے اعتماد اور حوصلہ کے ساتھ بے فکر ہو کر کام جاری رکھیں۔۔۔۔

راہ کی مشکلات دراصل بندۂ مسلم کو کندن بناتی ہیں، کھلتی اور مسلتی نہیں ہیں۔ ؎

سازِ بیدار ہوتا ہے اسی مضراب سے

حضرت خبّاب بن الارت (ف ۳۷ھ) قدیم الاسلام صحابی ہیں، راہ حق میں شدائد و مصائب کی اتنی اذیتیں برداشت کیں کہ الامان والحفیظ! وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ "کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے دعا نہیں مانگیں گے"؟ آپ نے فرمایا: "تم ابھی سے گھبرا گئے ہو، حالانکہ تم سے پہلے یہ کیفیت تھی کہ:

گڑھا کھود کر انسان کو اس میں گاڑ دیتے، پھر آرہ لا کر اسے چیر ڈالتے اور لوہے کی کنگھی سے اس کے بدن کا ماس نوچ لیتے تھے۔ "وَمَا يَصُدُّهٗ ذٰلِكَ عَنْ دِيْنِهٖ"۔۔۔ لیکن اسے یہ اذیتیں دینِ حق سے منحرف نہ کر سکتی تھیں، بخدا! یہ تحریک کامیاب ہو گی، صنعاء سے حضر موت تک دنیا سفر کرے گی مگر اللہ کے سوا اس کو اور کوئی خوف نہیں ہو گا مگر افسوس، تم جلدی کرتے ہو"۔ (بخاری۔ کتاب المناقب)

حضرت خبیبؓ کا واقعہ مشہور ہے، قریش نے انہیں ایک درخت سے لٹکا دیا پھر نیزوں اور انی بھالوں سے انہیں چھید چھید کر شہید کیا، حضرت سعید بن عامرؓ نے یہ سارا واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا، اسلام لانے کے بعد جب ان کو یہ واقعہ یاد آجاتا تو بیہوش ہو جاتے۔ (ابن ہشام)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جب کرب واذیت کی گھڑی سر پہ آئی تو حضرت خبیبؓ کی مبارک زبان سے نکلا بھی تو یہ نکلا ؎

وما ابالی حین اقتل مسلماً — علی ای شق کان للہ مصرعی
وذلک فی ذات الالٰہ وان یشأ — یبارک علی اوصال شلو ممزّع

"جب میں مسلمان ہو کر قتل کیا جا رہا ہوں تو اب مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو قتل ہو کر گرتا ہوں، یہ سب کچھ اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ وہ چاہے گا تو میرے جسم کے پارہ پارہ ٹکڑوں پر اپنی برکتیں نازل فرمائے گا۔" بخاری کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ابھی یہ الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے تو عقبہ بن حارث نے تلوار اٹھا کر ان کا سر قلم کر دیا (بخاری۔ کتاب المغازی)

حضرت زیدؓ بن دثنہ کو پھانسی دینے لگے تو حضرت ابوسفیانؓ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے بولے "کیوں تمہارا جی چاہتا ہوگا کہ آج تمہاری جگہ محمدؐ ہوتے اور تم اپنے بال بچوں میں ہوتے؟" تو وہ بے چین ہو کر بولے:

"بخدا میں تو یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ میری جان کے بدلے حضورؐ کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے، ابوسفیان بولے، محمدؐ کے عاشق بھی نرالے عاشق ہیں۔ اس کے بعد نسطاس نے جو صفوان کا غلام تھا، آپؓ کو قتل کر دیا۔" (ابن سعد)

حضرت حرام بن ملحانؓ عامر بن طفیل کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفیر ہو کر پہنچے تو پہلے تو اس نے منافقانہ خوب آؤ بھگت کی پھر اشارہ کیا تو پیچھے سے ان کو نیزہ مار کر شہید کر دیا، جب آپ کے نیزہ لگا تو یہ صدا بلند ہوئی:

"اللہ اکبر! فزت ورب الکعبۃ!" (بخاری کتاب المغازی)

"اللہ سب سے بڑا ہے! رب کعبہ کی قسم میں جیت گیا!"

دراصل کارِ خیر اور اقامتِ دین کے کارکنوں میں نصب العین اور مقصد کے سلسلہ میں اس سرشاری کی کمی ہے۔ ورنہ تحریک سے علیحدگی اور گلے شکووں کا ہوش کہاں؟ بہرحال آپ کو ڈیوٹی دینی ہے۔ منزل مل گئی تو الحمد للہ، ورنہ سفر جاری رکھیں۔ اگر راہ میں مشکلات کا سامنا ہو جائے تو ان کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیں "جان رسد بہ جاناں یا جاں زتن برآید" والی بات بن جائے۔ اس کے بعد آپ دیکھیں گے کہ دنیا اور آخرت ساری سرفرازیاں آپ کے قدم چومیں گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

❁ ❁ ❁

© rasailojaraid.com